مضامینِ سرسید کا نوآبادیاتی مطالعہ (تعلیمی، اخلاقی اور سماجی مضامین کے تناظر میں)

عدنان خان، پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
ڈاکٹر نذر عابد صدر شعبہ اردو ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ
ڈاکٹر محمد یوسف، اسسٹنٹ پروفیسر، آزاد جموکشمیر یونیورسٹی، مظفرآباد

Abstract:

Sir Syed Ahmad Khan is a well-known reformer of Muslim community of sub-continent in the 19th century. He was also a writer who played an important role in the awakening of the Indian Muslims through his corrective essays. He focused on making the Muslim community familiar with the European colonial system and civilization. He rendered valuable services at the social, political, religious and educational levels. In this article, Sir Syed's works has been analyzed in the context of imperial effects on his writings.

کلیدی الفاظ: نوآبادکار، دوہرا شعور، نوآبادیاتی تنقید، استعماریت، ایسٹ انڈیا کمپنی، سہولت کار، سرمایہ داریت

تاریخِ انسانی گواہ ہے کہ غاصب اور استعماری قوتوں نے ہر دور میں کمزور ممالک اور اقوام پر غلبہ پاتے ہوئے اپنے سیاسی اور معاشی سطح پر توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کی۔ انہوں نے محکوم اقوام کی تہذیب کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور انہیں صدیوں تک جسمانی، ذہنی، روحانی اور فکری غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ نوآبادکاروں کی نظریں ہمیشہ ان نوآبادیوں کے وسائل پر رہیں۔ ان وسائل پر قبضے کے نتیجے میں رفتہ رفتہ ان کمزور اقوام کے مختلف شعبہ ہائے زندگی مفلوج ہوتے چلے گئے۔ اس بارے میں عارف صدیقی لکھتے ہیں:

"نوآبادیات کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنی اس کرۂ ارض پر تاریخِ انسانی۔ انسان ابتدا سے ہی نئی نئی آبادیاں اور بستیاں بساتا چلا آیا ہے۔ خواہ ان آبادیوں کو بسانے کے محرکات کچھ بھی ہوں۔ تاریخِ انسانی میں تسلسل کے ساتھ ساتھ نوآبادیات کے تصور اور مفہوم میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ نئی بستیوں کی آبادکاری سے شروع ہونے والا یہ عمل تاریخ کے ساتھ ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ استعماریت اور سامراجیت کے لبادوں میں لپٹا ہوا نوآبادیات کا یہ عمل طویل تاریخی دور کا احاطہ کیے ہوئے ہے"(۱)

کالونی یا کلونیل ازم رومن لفظ کلونیا(Colonia) سے لیا گیا ہے، جس کے معنی کھیت یا بستی کے ہیں۔ رومن جب اپنے آبائی اوطان کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں آباد ہوئے تو ان علاقوں کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ نوآبادی یا کالونی سے مراد ایسا ملک یا علاقہ ہے جہاں طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر کے اس کی دولت کو مختلف طریقوں سے لوٹ کر اپنے ملک میں منتقل کرنا ہے۔ اس کا مقصد مقبوضات میں وسعت کے ذریعے اپنی معیشت کی ترقی اور مضبوطی ہے۔ اس سے مراد محض کسی علاقے کو عسکری اور سیاسی طور پر فتح کرنا نہیں بلکہ اس علاقے کے وسائل اور افرادی قوت کو اپنی ترقی کے لیے استعمال کرنا ہے۔

نوآبادیاتی نظام سے ہم یہ مراد لے سکتے ہیں کی جب کوئی طاقت ور قوم اپنے علاقے سے دوسرے علاقے میں نقل مکانی کرتی ہے تو علاقائی سطح پر نوآبادیاں قائم کرتی ہے اور مفتوح قوم کی زمینوں، صنعت و حرفت، ثقافت، قانون، معیشت اور نظام حکومت پر قبضہ کرتے ہوئے ان کو ذہنی، جسمانی اور فکری غلامی میں جکڑ لیتی ہے۔ یوں اپنے آبائی ملک کے معاشی نظام کو تقویت پہنچائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں کرن الطاف لکھتی ہیں:

"جب کوئی ریاست اپنی افواج کے بل پر کسی نسبتاً کمزور ریاست اور اس کے افراد پر غاصبانہ قبضہ کرے اور وہاں کے قدرتی وسائل اور افرادی قوت کو اپنی اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لیے استعمال کرے تو وہ مقبوضہ ریاست اس قابض ریاست کی" نوآبادی" کہلائے گی۔ قابض حکومت کا غلبہ ریاست کے قدرتی وسائل، تجارتی منڈیوں اور افرادی قوت پر ہوتا ہے، جس کی مدد سے وہ اپنی معاشی اور اقتصادی ترقی یقینی بناتی ہے۔"(۲)

تاریخی طور پر دیکھا جائے نو آبادیاتی نظام سب سے پہلے یونانیوں نے متعارف کرایا۔ انھوں نے رومیوں کو غلام بنائے رکھا۔ یونانیوں کے بعد رومیوں نے انگریزوں پر تسلط قائم کیا اور ایک طویل مدت تک ان کے وسائل کو اپنی مادی ترقی کے لیے کام میں لاتے رہے۔ جب یورپ رومیوں سے آزاد ہوا تو انگریزوں نے اپنی صنعتوں کے لیے خام مال کی تلاش میں دنیا کے مختلف خطوں کا رخ کیا۔ یورپ کے سیاحوں نے شمالی اور جنوبی امریکہ کو دریافت کیا۔ اس دور میں پرتگال، فرانس، نیدرلینڈ اور انگلینڈ کے درمیان تجارت کا مقابلہ شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ہر طاقت ور ملک نے اپنی مقبوضات کو توسیع دینے میں دوسری ریاستوں پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ یوں کمزور ریاستوں پر غلبہ حاصل کیا گیا اور مقبوضہ ریاستوں کے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسی پالیسیاں اختیار کی گئیں جن سے طاقت ور مزید طاقت کے حصول میں کامیاب ہوا اور نو آبادیاں کمزور سے کمزور ہوتی چلی گئیں۔ طاقت کے اس گھناونے کھیل میں تاجِ برطانیہ کو سبقت حاصل رہی۔ برطانیہ کی نو آبادیوں میں سب سے نمایاں حیثیت ہندوستان کی ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی تجارت کی غرض سے ہندوستان آئی لیکن اس کمپنی نے تجارت کی آڑ میں رفتہ رفتہ ہندوستان میں اپنے قدم جما لیے اور ۱۸۵۷ء میں برطانیہ نے ہندوستان کی حکومت پر براہِ راست قبضہ کر لیا۔

> "۱۶۰۰ء میں رجسٹرڈ ہونے والی دنیا کی سب سے زیادہ بارسوخ کمپنی جس نے تجارتی مقاصد کی غرض سے ہندوستان میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنائیں اور آہستہ آہستہ ان تجارتی تجاوزات کو مقبوضات میں بدل دیا۔ کمپنی نے پورے ہندوستان کو برطانوی نو آبادی بنا لیا، ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان پر اپنی طاقت ور فوج کی مدد سے ۱۸۵۷ء تک حکومت کی۔ ۱۸۵۷ء میں تاجِ برطانیہ نے ہندوستان کی حکومت سنبھال لی۔" (۳)

یورپی اقوام نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی حاصل کی اور دوسری اقوام پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔ اہلِ یورپ دوسری اقوام کی تہذیب، ثقافت، مذہب اور نظامِ حکومت کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ طاقت کے نشے میں وہ دوسری اقوام کو غیر مہذب، جاہل اور وحشی کہتے تھے۔ وہ تمام دنیا پر قابض ہو کر وسائل پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ ان کے دانش ور طبقے نے اس غاصبانہ عمل کو اخلاقی جواز فراہم کرتے ہوئے اسے Whiteman burden یعنی 'سفید آدمی کا بوجھ' قرار دیا اور سفید اقوام کو یہ نام نہاد ذمہ داری سونپ دی کہ وہ وحشی اور غیر مہذب اقوام کو تہذیب آشنا کریں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو ہندوستان کی تاریخ میں دو تہذیبوں کا سنگم کہا جاتا ہے۔ جب برطانیہ نے ہندوستان پر حکومت کا آغاز کیا تو ایک طرف مغربی تہذیب پروان چڑھتی اور دوسری طرف مشرقی تہذیب دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مغربی فکر سے متاثر ہونے والوں نے مغربی افکار کے پرچار کا آغاز کیا تو دوسری طرف نوآبادکاروں کی مخالفت میں بھی مقامی سطح پر ایک طبقہ ابھر کر سامنے آیا۔ اقتصادیات اور سیاسیات سے نکل کر نوآبادیاتی نظام تہذیب وثقافت اور معاشرت وتمدن میں دخل اندازی پر اتر آیا۔ یوں ہندوستانی معاشرہ براہِ راست مغرب اور اس کے نوآبادیاتی نظام سے متاثر ہونے لگا۔

نوآبادیاتی نظام کے اثرات نے اردو ادب کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کے نمایاں اثرات اردو ادب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ سرسید احمد خان اور ان کے چند رفقا کی تحریروں میں نوآبادیاتی فکر غالب رہی۔ سرسید نے ہندوستان کے باشندوں کی اصلاح وترقی کا بیڑا اٹھایا تو نوآبادکاروں سے مفاہمت کو ضروری جانا اور ان کے مفادات کو بھی نظر انداز نہ کیا۔ سرسید کی اسی فکر کے متعلق ڈاکٹر محمد آصف رقم طراز ہیں:

> "سرسید کے نزدیک نئی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ نوآبادیاتی نظام مغربی تہذیب کو مکمل طور پر قبول کرتے ہوئے اس کے جملہ تقاضے پورے کیے جائیں اور مقامی باشندوں کو نئی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی جائے۔"(۴)

انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی تلوار سے نہیں بلکہ ہندوستانی تلوار سے فتح کیا۔ رشوت، سازش، منافقت اور ایک دوسرے سے لڑانا، بغاوتیں کروانا، مقامی باشندوں کو احساس کمتری میں مبتلا کر دینا اور وسیع نظامِ تعلیم پر قبضہ کرتے ہوئے محض اپنے مفادات کے لیے پالیسیاں مرتب کرنا ان کے نمایاں ہتھیار رہے۔ دوسری طرف سرسید احمد خان مغربی نظامِ تعلیم کے فروغ اور قیام پر زور دیتے رہے جس کے نتیجے میں نیا علمی، ذہنی اور فکری ماحول پیدا ہوا۔ اس نئے ماحول نے نوآبادیاتی نظام کے راستے کی تمام مشکلات کو دور کر دیا۔ سرسید احمد خان نے اپنی تحریروں کے ذریعے اس طرزِ فکر کو فروغ دیا۔ ان کی فکر پر مغربی اثرات نمایاں تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے مضامین میں مغربی تہذیب کا پرچار کیا ہے۔

ہندوستان میں نوآبادکاروں نے مقامی باشندوں کی تہذیب کو جاہلوں اور وحشیوں کی تہذیب قرار دیا، اور مقامی باشندوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا کرتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ انتہائی پست درجے کی تہذیب رکھتے

ہیں۔اس لیے ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نوآبادکاروں کی اعلیٰ درجے کی تہذیب کو اپنائیں۔سرسید احمد خان بھی اس رویے کی حمایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ایک مقام پر مشرقی اقوام کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"تمام مشرقی اور ایشیائی ملکوں کا حال دیکھو کہ ان ملکوں میں تمام باتوں کے تصفیے کا مدار رسم ورواج پر ہے۔ان ملکوں میں مذہب اور استحقاق اور انصاف کے لفظوں سے رسموں کی پابندی مراد ہوتی ہے۔ پس دیکھ لو کہ مشرقی یا ایشیائی قوموں کا جن میں مسلمان بھی داخل ہیں، کیسا ابتر اور خراب اور ذلیل حال ہے"(۵)

نوآبادیاتی نظام میں طاقت کا حصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔معاشی،اقتصادی، سیاسی، تہذیبی وعلمی طاقت کو استعمال میں لایا جاتا ہے اور ایسے رویوں کو فروغ دیا جاتا ہے جن کی مدد سے مقامی باشندوں کے ہر نوع کے علمی، تہذیبی اور ثقافتی سرمائے کو بیک جنبش قلم مسترد کرتے ہوئے اپنے مقاصد میں کامیابی کے لیے نئی پالیسیاں ترتیب دی جاتی ہیں۔اس نظام میں سیاسی غلبے کے ساتھ ساتھ نوآبادیوں کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر بھی کمزور کر دیا جاتا ہے۔ہندوستان میں اس صورتِ حال کی تشکیل کا کام خود نوآبادیات کے مقامی باشندوں سے لیا گیا۔مشرق ومغرب، جاہل اور عالم، غیر مہذب ومہذب، غلام اور آقا کی کشمکش پیدا کی گئی اور مقامی باشندوں پر مغربی تہذیب کے برتر ہونے کے احساس کو دوام بخشنے کے لیے ان کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا گیا۔سرسید مغربی تہذیب سے مرعوبیت کا شکار تھے۔ان کی تحریروں میں اس کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں:

"سویلزیشن یعنی شائستگی کے لفظ کو عام اصطلاح میں ایسا لفظ سمجھنا چاہیے جس سے اعلیٰ ترقی یافتہ اور شائستہ قوموں کی حالت ان قوموں کے مقابلے میں جن کو وحشی یا نصف وحشی سمجھا جاتا ہے۔ سمجھ میں آسکے۔پس اس معنی کے اعتبار سے ہم یورپ کی اعلیٰ قوموں کو شائستہ اور تربیت یافتہ کہتے ہیں۔"(۶)

انگریزوں نے اپنے نوآبادیاتی نظام کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لیے سیاسی واقتصادی وسائل پر غاصبانہ قبضے کے ساتھ ساتھ مقامی باشندوں کے کلچر میں بھی مداخلت کی جس کے نتیجے میں اعلیٰ طبقے نے اس انگریزی کلچر کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کے ثمرات کو بھی سمیٹا۔سرسید احمد خان نے اپنے مضامین میں نوآبادکاروں کے کلچر کو سراہا اور ہندوستان کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اس کو اپنائیں تاکہ ترقی واصلاح کو پالیں۔مغربی تعلیم کے حصول کو ترقی کا اصل راز قرار دیا گیا۔سر

سید نے اپنی قوم کو با قاعدہ یہ باور کرایا کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی سے ہم کنار نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ جدید یورپی علوم میں مہارت حاصل نہ کر لے:

> "وہ علوم جو اگلے زمانے میں ذریعہ ترقی گنے جاتے تھے ان کی بحث کو جانے دو کیونکہ اب وہ علوم بعوض ترقی کے ذریعہ تنزل سمجھے جاتے ہیں۔اس زمانہ میں ہر قسم کی ترقی کے ذریعے جو علوم ہیں وہ یورپ کے علم و ہنر ہیں جو یورپین لٹریچر اور اسینز کہلاتے ہیں اور جو بہ ذریعہ زبان انگریزی حاصل ہوتے ہیں،اب ایک مسلمان اپنی قوم کی رفاہ و فلاح چاہنے والا اس میں کوشش کرتا ہے کہ میری قوم ان علوم سے بہرہ مند ہو"(۷)

سر سید احمد خان نے ادب کو اصلاح کا ذریعہ بنایا اور اپنی تحریروں سے ذہنی و فکری تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔انھوں نے اپنے مضامین کے ذریعے مغربی علوم اور انگریزی زبان کو فروغ دینے کے لیے تہذیبی اور معاشرتی سطح پر مغربی فکر کو نمایاں کیا۔ سر سید کے نزدیک مغربی قوم تربیت کی دولت سے مالا مال ہے جس کے ذریعے ہندوستان کے لوگ اپنے آپ کو اعلیٰ درجے کی تہذیب اور شائستگی تک پہنچا سکتے ہیں کیونکہ اس قوم کی سب سے عمدہ صفت انسانوں کی بھلائی چاہنا اور سب سے ہمدردی کرنا ہے۔

> "وہ ٹکڑا یورپ کا جو ہندوستان تک پہنچا میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالکل بے عیب ہے اور اس کے خیالات میں بالکل آزادی ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ، کیا آبائی کیا رسمی اور کیا ملکی ،اس میں نہیں مگر ہاں یہ کہتا ہوں کہ اور تمام قوموں سے عمدہ سے عمدہ وصفوں میں زیادہ تر موصوف ہے۔ مجموعی صفت اس قوم کی انسان کی بھلائی چاہنا اور سب کی ہمدردی کرنا ہے جو عین مرضی نیچر کی تھی جس نے ایک خون سے تمام انسانوں کو پیدا کیا۔"(۸)

نو آباد کاروں نے اپنا تسلط مضبوط کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے جن کے ذریعے نو آبادیوں کو غلامی کی ایسی زنجیر میں جکڑا گیا جو بظاہر ترقی و اصلاح کا ذریعہ تھی۔ بظاہر نو آبادیاتی نظام کا مقصد انسانوں کی فلاح بتایا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ نو آباد کار اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اپنے غلاموں پر بہیمانہ مظالم ڈھاتے ہیں لیکن اسے محکوم عوام کے لیے بہتری کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ نو آبادیاتی نظام کا مقصد عدل و انصاف قائم کرنا یا انسانی فلاح کا عزم اور ظلم و جبر

کا خاتمہ نہیں بلکہ طاقت کے حصول کی جدوجہد ہے جس میں نو آبادیوں کا ہر سطح پر استحصال کرتے ہوئے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان کے مطابق:

"نو آبادیاتی نظام کا مقصد انسانی فلاح کا عزم، مذہب کی ترویج، دنیا سے ظلم و جہالت کا خاتمہ یا خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی خواہش ہر گز نہ تھی۔ نہ ہی اس مہم کا مقصد دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا تھا۔ مادی اغراض، حرص اور طاقت کے حصول کی اس جدوجہد کے دوران انسانی تہذیب کا تاریک ترین پہلو ان کا ہم رکاب بنا"۔(۹)

انیسویں صدی میں سائنسی ترقی اپنے عروج پر تھی۔ سائنس کے میدان میں ترقی ہی انسانوں کو کامیابی کے زینے پر چڑھا سکتی ہے۔ اسی فکر کے نتیجے میں مادہ پرستی نے زور پکڑا اور اخلاقی اقدار پامال ہوئیں۔ فرد کامیابی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا اور کرتا تھا۔ نو آبادیاتی نظام کی تعلیمی پالیسیاں بھی اسی مقصد کے گرد گھومتی ہیں کہ مقامی باشندوں کی ذہنی و فکری سطح کو اس حد تک گرا دیا جائے کہ وہ تمام کمالات کو غالب قوم کے ساتھ منسوب کرنے لگیں اور اپنے تئیں جاہل و ناتربیت یافتہ تصور کریں۔

"نو آبادیاتی نظامِ تعلیم میں دور دور تک یہ شامل نہیں ہوتا کہ وہ ایک آزاد فکر، اپنی تقدیر کا فیصلہ خود اپنے ثقافتی وسائل اور نفسی آزادی سے کرنے والے انسان کی ذہنی نشوونما کو ممکن بنائے۔"(۱۰)

ہندوستان کے نو آبادیاتی عہد میں تاریخ نویسی کرائی گئی جس میں مسلمانوں کی تاریخ کو بدنما داغ قرار دے کر تمام کمالات کو مغربی اقوام کے ساتھ منسوب کیا گیا۔ مشرقی علوم کو بے وقعت اور مردہ کہا گیا۔ سر سید احمد خان نے مشرقی علوم میں ترقی کو بے معنی کہہ کر تہذیب و شائستگی کے راستے میں رکاوٹ قرار دیا اور اس کے برعکس انگریزی زبان اور علوم کو فروغ دیا۔

"پھر کیا ہمارے مردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانوں کا ترقی دینا ہماری پرانی شائستگی کو پھر قائم کرنا ہم کو اس قابل بنائے گا؟ ہر گز نہیں۔ پس ہم کو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانوں کو ترقی دینے کے جال میں پھنسانا صاف ایسی تدبیریں کرنا ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم کو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جا سکے۔"(۱۱)

سرسید نے مغربی تہذیب اور انگریزی زبان کا پرچار کرنے کے لیے بھرپور سعی کی۔ لیکن بعض صورتوں میں وہ خود کو انگریزوں کے برابر نہیں پاتے تھے کیونکہ نوآبادکار کسی طور نوآبادیات کو اپنے برابر لانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ تب سرسید نے قدیم و جدید کے ملاپ سے کچھ نئی تبدیلی لانے کا سوچا جس میں وہ کسی حد تک کامیاب رہے۔ ڈاکٹر محمد آصف کے بقول:

> "جس طرح نوآبادیاتی نظام مقامی باشندوں کے دل و ذہن کو مسخ کر کے رکھ دیتا ہے، غلامانہ ذہنیت اور مرعوبیت کے شکنجے میں جکڑ دیتا ہے، بالکل اسی طرح مقامی باشندہ نیم انسان ہونے کی صورت حال کو قبول کرنے کے باوجود انسان ہونے کی صورتِ حال کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اس کے دل و ذہن میں مسلسل استحصال کے نتیجے میں بالآخر اپنے انسان ہونے کا احساس بھی جنم لیتا ہے۔ یوں مقامی باشندے سے ایک نیا انسان جنم لیتا ہے۔ سرسید کے ہاں ہمیں اس نئے انسان کے جنم لینے کے عمل کے نقوش بھی واضح انداز میں نظر آتے ہیں۔ انہی نقوش نے انہیں انیسویں صدی کا ممتاز ترین مسلمان رہنما بنا دیا۔"(۱۲)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو سرسید احمد خان کے نزدیک ہندوستان کے رہنے والوں کے لیے غلامی سے نجات اور ترقی کے حصول کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ نوآبادکاروں سے مصالحت اختیار کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے انگریزوں سے مفاہمتی رویہ اختیار کیا اور نئی صورتِ حال کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ سرسید احمد خان نے جدید علوم کی تحصیل پر زور دیا۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ بیسویں صدی کے جدید اردو ادب نے سرسید سے فکری سطح پر استفادہ کیا۔ بلاشبہ سرسید احمد خان نے اپنی طرزِ فکر کے ذریعے ایک نئی سوچ اور ماحول کو جنم دیا۔

حوالہ جات

۱۔ عارف صدیقی "نو آبادیاتی عہد میں اردو ناول کے فکری رجحانات" مشمولہ، ادراک، ہزارہ یونی ورسٹی، شمارہ ۱۲، ص ۳۱

۲۔ کرن الطاف "نو آبادیاتی نظام کے اردو افسانوی ادب پر اثرات، آغاز تا ۱۹۴۷ء"۔ مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی
، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، اورینٹل کالج، ۲۰۰۹ء ص ۲

۳۔ ایضاً، ص ۱۰

۴۔ ڈاکٹر محمد آصف "اقبال اور نیا نو آبادیاتی نظام" فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۹ء، ص ۶۰

۵۔ سر سید احمد خان "مضامینِ سر سید" مرتبہ، اکرم چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص ۳۶۳

۶۔ ایضاً، ص ۳۲۲

۷۔ ایضاً، ص ۳۰۴

۸۔ ایضاً، ص ۲۸۳

۹۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری، "مولانا عبید اللہ سندھی: حیات و خدمات" سندھ ساگر اکادمی، لاہور مئی ۲۰۱۶ء، ص ۷۰

۱۰۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر، اردو ادب کی تشکیل جدید، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۶ لاہور ص ۱۳۴

۱۱۔ سر سید احمد خان "مضامینِ سر سید"، ص ۲۷۴

۱۲۔ ڈاکٹر محمد آصف، "اقبال اور نیا نو آبادیاتی نظام"، ص ۶۱